سُنّتِ رسُول

(شیخ مصطفیٰ السباعی)

(۲)

عہد نبوی کے بعد حدیث کے بارے میں صحابہ کا موقف

حضرت زید ابن ثابتؓ سے ابوداؤد اور ترمذی کی یہ روایت پہلے نقل کی جا چکی ہے کہ "اللہ اس آدمی کو خوش اور آسودہ رکھے جس نے میری بات سنی اسے محفوظ کر لیا اور پھر اسے جیسے سنا تھا ویسے ہی دوسروں تک پہنچا دیا۔ بسا اوقات سننے والے سے بڑھ کر حافظ وہ شخص ہوتا ہے جس تک سننے والا پہنچاتا ہے۔" ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا "دیکھو! تم میں سے جو یہاں موجود ہے وہ اُس تک میری بات پہنچا دے جو یہاں موجود نہیں۔" اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو وصیت فرمائی کہ وہ صحت و تحقیق کے ساتھ اپنی آئندہ نسلوں تک پہنچائیں اور فرمایا "ایک آدمی کے گنہ گار ہونے کے لیے بس یہی کافی ہے کہ جو سنے، بلا تحقیق اُسے دوسروں تک پہنچا دے۔"

ان ارشادات کے پیشِ نظر صحابہ کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ سنت کی اس امانت کو بلاکم و کاست دوسروں کے حوالے کرنے کا پورا پورا اہتمام کریں، خصوصاً جبکہ وہ دور دراز علاقوں میں پھیل گئے تھے اور تابعین نے طرح طرح کی صعوبتیں جھیل کر اور طویل مسافتیں طے کر کے اُن کے پاس آنا شروع کر دیا تھا۔ حدیث کے پھیلانے اور اسے جمہور مسلمین تک پہنچانے میں مذکورۂ بالا ارشاداتِ نبوی نے ایک زبردست محرک کا کام کیا۔ البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ روایت کی کثرت و قلت کے اعتبار سے صحابہ آپس میں متفاوت تھے۔

مثلاً حضرت زبیر، زید ابن ارقم اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم سے بہت کم احادیث منقول ہیں۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے اپنے والد سے عرض کیا کہ "آپ فلاں فلاں صحابی کی طرح زیادہ احادیث کیوں بیان نہیں کرتے؟" انہوں نے جواب دیا کہ میں بھی آپؐ کے ہر وقت ساتھ رہا لیکن میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ "جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ آگ میں اپنا مقام بنا لے۔"

اسی طرح ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ زید بن ارقم سے جب کہا جاتا تھا کہ کوئی حدیث بیان کیجیے تو وہ کہتے "ہم بوڑھے ہوگئے ہیں، ہمارا حافظہ کمزور ہوگیا ہے اور رسول اللہ سے حدیث بیان کرنا ایک بڑا کٹھن کام ہے" سائب بن یزید کہتے ہیں "میں نے سعد بن مالک کے ساتھ مدینے سے مکے تک کا سفر کیا۔ اس اثنا میں میں نے اُن سے ایک حدیث بھی نہیں سنی" حضرت انس بن مالک حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کرتے تھے "اوکما قال" (آپ نے یہ بات یا تقریباً اس جیسی بات ارشاد فرمائی تھی)۔ حضرت انس کی یہ احتیاط اس بنا پر تھی کہ کہیں کوئی غلط چیز آپ کی طرف نہ منسوب ہو جائے حضرت زبیر، زید بن ارقم اور اُن کی طرح کے دوسرے قلیل الروایت صحابہ نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ مبادا بلا ارادہ یا غیر شعوری طور پر وہ غلط بیانی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ نیز انہیں اپنے حافظے پر بھی اس حد تک اعتماد نہیں تھا کہ انہیں اس امر کا کلی اطمینان ہوتا کہ وہ احادیث کے الفاظ اور انداز بیان کو پوری صحت کے ساتھ نقل کر سکیں گے۔ اس لیے اُن کے نزدیک احتیاط کا پہلو اسی میں تھا کہ وہ کم روایت کریں اور صرف وہی حدیث روایت کریں جس کی صحت پر انہیں کامل اعتماد ہو۔

ان سب احتیاطوں پر مستزاد حضرت عمر کی یہ خواہش تھی کہ حدیث میں لوگ ایسے منہمک نہ ہو جائیں کہ قرآن سے غفلت برتنے لگیں۔ قرآن کے نزول پر ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا اور اُس کی حفاظت اور نقل و اشاعت کی ضرورت مقدم ترین تھی۔ امام شعبی قرظہ بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ قرظہ نے کہا "ہم عراق کو جارہے تھے۔ حضرت عمر ہمارے ساتھ مقام صرار تک آئے۔ یہاں انہوں نے وضو کیا اور کہا "کیا جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیوں آیا ہوں؟" ہم نے کہا "ہاں، اس لیے کہ ہم اصحاب رسول ہیں" حضرت عمر نے فرمایا "تم ایسے لوگوں کے پاس جارہے ہو جو قرآن سے خصوصی لگاؤ رکھنے میں مشہور ہیں۔ اس لیے تم لوگ انہیں حدیث سنا سنا کر قرآن سے ان کی دلچسپی کو نہ کم کر دینا۔ قرآن کی تجوید میں کوشش کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کرنا۔ میں تمہارا شریک ہوں" جب حضرت قرظہ عراق میں پہنچے تو لوگوں نے کہا "ہم سے حدیثِ رسول بیان کیجیے" انہوں نے جواب دیا "مجھے عمرؓ نے روک دیا ہے"

لیکن صحابہ کرام میں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے آنحضرتؐ سے کثرت کے ساتھ روایت کیا ہے مثلاً حضرت ابوہریرہ بہت حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ اُن کی روایت کردہ احادیث سے صحابہ کی محفلیں گرم رہتی

تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اپنی نوٹ بک "الصادقہ" سے اکثر حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کبارِ صحابہ سے احادیث حاصل کرنے میں گوناگوں تکلیفیں اٹھاتے تھے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمانِ رسول اللہ سنا کرتے تھے۔ ابن عبدالبر ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ فرمایا "مجھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کے بارے میں اطلاع ملتی تھی تو میرے لیے یہ ناممکن نہیں ہوتا تھا کہ میں کسی آدمی کو بھیج کر انہیں اپنے ہاں بلوا لیتا اور پھر ان سے حدیث رسولؐ سن لیتا۔ لیکن میں خود جا کر ان کے دروازے پر انتظار میں لیٹ جایا کرتا تھا، حتیٰ کہ صحابی گھر سے باہر نکلتے اور حدیث بیان کرتے۔" غرضیکہ حضرت ابنِ عباس نے حصولِ حدیث کی خاطر بے حد و حساب مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کیں اور جتنے صحابہؓ سے بھی آپ کی ملاقات ممکن تھی اُن سے مل کر اُن سے احادیث کو تمام و کمال اخذ کیا۔ پھر اس پورے ذخیرے کی نشر و اشاعت کا فریضہ بھی اپنے ذمے لیا اور اس کی ادائیگی میں کسی طرح کا عار یا غیر ضروری انکسار کا احساس حائل نہ ہو سکا۔ البتہ بعد میں جب جھوٹی احادیث وضع ہونی شروع ہوئیں تو ابن عباسؓ نے روایتِ حدیث میں کمی کر دی۔ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمے میں روایت کرتے ہیں کہ بشیر ابن کعب ابن عباس کے پاس آئے اور حدیثیں بیان کرنا شروع کیں۔ ابن عباسؓ نے کہا "فلاں حدیث ایک بار پھر سنایئے۔" بشیر ابن کعب نے وہ حدیث دوبارہ سنائی اور ساتھ ہی کہا "معلوم نہیں کہ آپ نے میری ساری حدیثیں مان لی ہیں یا صرف اس ایک کو صحیح تسلیم کیا ہے"؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا "جب تک کہ وضعِ حدیث کا فتنہ نمودار نہیں ہوا تھا ہم رسول اللہ سے روایت کرتے تھے، لیکن جب سے لوگوں نے غیر ذمہ دارانہ روش اختیار کی ہے ہم نے بھی روایت کرنا ترک کر دیا ہے"۔ کثیر الروایت صحابہ بھی حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے عہد میں کم روایت کرتے تھے کیونکہ یہ دونوں خلفاء ایک طرف حدیث میں تحقیق و تنقید پر بہت زور دیتے تھے اور دوسری طرف اس سے کہیں زیادہ قرآن کریم سے لوگوں کا تعلق استوار کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ سے کہا گیا "کیا آپ حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی اسی طرح روایت کرتے تھے جس طرح اب کرتے ہیں"؟ کہنے لگے "اگر میں حضرت عمرؓ کے عہد میں ایسا کرتا تو وہ ڈنڈے سے میری خبر لیتے"۔

کیا حضرت عمرؓ نے کثرتِ روایت کی بنا پر کسی صحابی کو قید کیا تھا؟ اس مقام پر حدیث کے بارے میں حضرت عمرؓ اور

دیگر صحابہ کے موقف سے متعلق ذیل کے دو سوالات کا جواب دے دینا ضروری ہے:-

۱- کیا حضرت عمرؓ نے کثرتِ روایت کی بنا پر کسی صحابی کو قید کیا تھا؟

۲- کیا صحابہ کرام قبولِ حدیث کے لیے کچھ شرائط عائد کرتے تھے؟

یہ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبار صحابہ میں سے تین اصحاب، یعنی حضرت ابن مسعودؓ، ابو الدرداءؓ اور ابوذر غفاریؓ کو کثرتِ روایت کی بنا پر قید کیا تھا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ کسی معتبر کتاب میں مجھے یہ روایت مل جائے لیکن میں ناکام رہا ہوں۔ اس روایت کا موضوع ہونا واضح ہے۔ ابن مسعودؓ ایک جلیل القدر صحابی اور سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی، حتیٰ کہ جب ابن مسعود کو انہوں نے عراق بھیجا تو اپنے اس فعل کا اہلِ عراق پر بطورِ ایک احسان کے ذکر کیا اور اُن سے کہا "میں عبداللہ ابن مسعود کو اپنے پاس رکھنے کے بجائے تمہارے پاس بھیجنے میں بڑے ایثار سے کام لے رہا ہوں" حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ابن مسعودؓ عراق میں ممتاز پوزیشن کے مالک رہے۔ ان کو حضرت عمرؓ نے بھیجا ہی اسی لیے تھا کہ اہلِ عراق کو احکامِ کتاب و سنت سکھائیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہیں کثرتِ روایت کی وجہ سے قید کیا گیا ہو؟ جہاں تک حضرت ابو ذرؓ اور ابو الدرداءؓ کا تعلق ہے، ان دونوں اصحاب سے اتنی احادیث مروی ہی نہیں ہیں کہ انہیں مکثرین میں شمار کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں ابو الدرداء بھی ابن مسعودؓ کی طرح شام میں مسلمانوں کے معلم تھے اور جو سوال آخر الذکر کے بارے میں پیدا ہوتا ہے، وہی اول الذکر کے بارے میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ کیا حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ یہ دونوں حضرات روایتِ حدیث سے اجتناب کریں تاکہ دین کے احکام مخفی رہ جائیں؟ حضرت ابوذر سے جو احادیث منقول ہیں وہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ احادیث کا ایک معمولی جز بنتی ہیں تو پھر اگر ابوذرؓ کو محبوس کیا گیا تھا تو حضرت ابو ہریرہ کو قید کرنا کہیں زیادہ ضروری تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ہریرہ حضرت عمرؓ کے ڈر سے روایت نہیں کرتے تھے، اس لیے انہیں قید نہیں کیا گیا تو پھر حضرت ابوذر کو حضرت عمرؓ کا خوف کیوں نہیں تھا؟ مزید برآں اگر ابوذرؓ اتنی کثرت سے روایت کرتے تھے کہ انہیں اس سے باز رکھنے کے لیے قید کی حاجت پیش آئی، تو عہدِ ابوبکرؓ و عمرؓ اور مابعد کے عہد کی مرویات کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ موجود ہونا چاہیے تھا۔ صحابہ کرام میں سے حضرت ابنِ مسعود، ابن عباس، ابو ہریرہ، جابر ابن عبداللہ

اور حضرت عائشہ کو کثیر الروایت تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر ان میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی کوئی ایسی بات منقول نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ حضرت عمرؓ ان کو روایت حدیث سے روکتے تھے۔ بلکہ حضرت عمرؓ سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ نے لوگوں سے کثرت سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیں تو حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ اُن سے کہا "کیا آپ فلاں مقام پر موجود تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تھے؟"۔ انہوں نے جواب دیا "ہاں، اور میں نے آپ سے یہ یہ سنا تھا کہ جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا اُس نے آگ میں اپنا ٹھکانا بنا لیا"۔ حضرت عمرؓ نے کہا "اگر آپ کو یہ فرمانِ رسول یاد ہے تو پھر جائیے اور روایت کیجیے"۔ اب یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کو چھوڑ دیا گیا ہو جو کثرتِ روایت میں جملہ صحابہ پر فوقیت رکھتے تھے اور ابن مسعودؓ اور ابو الدرداء جیسے صحابہ کو قید کر دیا گیا ہو، جن سے ابو ہریرہؓ کی بہ نسبت بہت کم روایات منقول ہیں۔

میں نے اس روایت پر بہت غور کیا، اسے مختلف طریقوں سے جانچا، حتیٰ کہ ابن حزم کی کتاب الاحکام میں اس پر یہ تنقید میری نگاہ سے گزری:۔

"حضرت عمرؓ کے متعلق کہا گیا ہے کہ انہوں نے ابن مسعودؓ، ابو الدرداءؓ، اور ابو ذرؓ کو بربنائے اکثارِ حدیث قید کیا تھا۔ یہ روایت انقطاع سے مطعون ہے، کیونکہ اس کے راوی ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کا حضرت عمرؓ سے سننا ثابت نہیں ہے۔ امام بیہقی نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا ہے۔ اگرچہ یعقوب ابن شیبہ اور طبری وغیرہ نے سماع کو ثابت کیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سماع ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ راوی ننانوے ۹۹ یا پچانوے ۹۵ سن ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کی عمر پچھتر برس کی تھی۔ اس حساب سے اُن کی پیدائش اواخر خلافتِ عمرؓ میں سنہ ۲۰ھ میں ہوئی۔ اس طرح حضرت عمرؓ سے ان کے سماع کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اس بنا پر یہ روایت حجت و دلیل نہیں بن سکتی"۔ آگے چل کر ابن حزم لکھتے ہیں کہ "یہ روایت بنفسہٖ بھی کذب اور اختراع کا ایک نمونہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے ایک طرف تو صحابہ کرام پر اتہام ثابت ہوتا ہے اور یہ ایک نہایت سنگین بات ہے اور دوسری طرف اس سے حضرت عمرؓ کا تبلیغ سنت سے کبار صحابہ کو روکنا اور احکام دین کا اخفاء و انکار لازم آتا ہے، جو اسلام سے خروج کے مترادف ہے۔ معاذ اللہ! امیر المومنین

یہ کیسے کرسکتے تھے ؟ یہ بات تو کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہوسکتی - اور اگر اصحاب ثلاثہ مذکورہ اس سلسلے میں متہم نہیں تھے، تو پھر انہیں نظر بند کرنا صریح ظلم کی تعریف میں آتا ہے - بہرحال یہ فاسد روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہے "

کیا صحابہ قبولِ حدیث کے لیے کچھ شرائط رکھتے تھے ؟

اس دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام حدیث کے قبول کرنے میں یقیناً شروط کو ملحوظ رکھتے تھے - اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں، جن میں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں :-

(۱) تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ذہبی حضرت ابوبکر صدّیقؓ کے بارے میں لکھتے ہیں " آپ حدیث قبول کرنے میں سب سے زیادہ محتاط تھے - ابن شہاب نے قبیصہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک بار ایک متوفیٰ کی دادی ابوبکر صدّیق کے پاس آئی کہ اسے بھی ورثہ میں سے کچھ دیا جائے - آپ نے فرمایا کہ کتاب اللہ میں تیرا حصہ مقرر نہیں کیا گیا اور میں یہ بھی نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ فرمایا ہے یا نہیں ؟ پھر آپ نے لوگوں سے اس بارے میں پوچھا تو مغیرہؓ نے کہا کہ آپؐ نے اسے ثلث کا حقدار بنایا ہے خلیفہ اول نے دریافت کیا کہ کوئی اور بھی اس کا شاہد ہے ؟ محمد بن مسلمہ نے بھی اس کی شہادت دی - تب حضرت ابوبکر نے اسے نافذ کر دیا "

(۲) حریری نے اسے نضرہ سے اور انہوں نے ابی سعیدؓ سے روایت کیا ہے کہ ابوموسیٰ نے حضرت عمرؓ کے دروازے کے باہر سے انہیں تین بار سلام کہا لیکن جب آپ نے جواب نہیں دیا تو واپس چلے گئے - حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر انہیں بلوایا اور پوچھا کہ کیوں لوٹ گئے تھے ؟ حضرت ابوموسیٰ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی تم میں سے تین بار سلام کہے اور اس کا جواب نہ ملے تو پھر اسے لوٹ جانا چاہیے - حضرت عمرؓ نے کہا " اس پر کوئی ثبوت پیش کرو، ورنہ تمہاری خیر نہیں " راوی کہتا ہے کہ ابوموسیٰ گھبرائے ہوئے ہمارے پاس آئے - ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا کہنے لگے " تم میں سے کسی نے اس حدیث کو آنحضورؐ سے سنا ہے ؟" ہم نے کہا " ہاں ہم سب نے سنا ہے " پھر ایک صحابی نے اُن کے ساتھ جا کر گواہی دی - یہ روایت مسلم میں بھی موجود ہے -

(باقی صفحہ ۲۱۶ پر)